تیسری قسط

مغربی فن تعمیر پر

اسلامی فن تعمیر

کے اثرات

از مارٹن۔ ایس۔ برگس

ترجمہ: جناب سید مبارز الدین صاحب رفعت ایم اے

سامرہ کی جامع کبیر بہت وسیع و عریض عمارت ہے اور کافی تاریخی اہمیت کی حامل ہے اس میں ایک صحن ہے مکہ کی سمت میں ایک وسیع حرم ہے اور صحن کی باقی سمتوں میں کافی وسیع برآمدے ہیں۔ احاطہ کی زبردست دیوار میں چاروں گوشوں پر ایک مدوّر برج اور ان برجوں کے درمیان نیم مدوّر برج ہیں۔ حرم کی شمالی دیوار میں چھوٹے دریچوں کی ایک قطار ہے ان دریچوں کے سرے نعل دار یا کثیر برگی ہیں۔ یہ نمایاں خصوصیت قرطبہ میں بھی دکھائی دیتی ہے اس کے بارے میں ہاولؔ کا خیال ہے کہ اس کی اصل شکل نے بدھ متی عہد کے ہندوستان میں جنم لیا تھا۔[1]

[1] ای بی ہاول، ہندوستانی فن تعمیر، (دوسرا ایڈیشن۔ لندن ۱۹۲۷ء) ص ص ۸۵،۸۶۔

F.B HAVELL,(Indian Architecture) ہاول نے یہ خیال اجنتہ کے غاروں میں کٹی ہوئی ایک کمان کو دیکھ کر ظاہر کیا تھا لیکن اجنتہ کی اس کمان کے بارے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصل میں یہ بانس کی بنی ہوئی جھونپڑی کی شکل ہے اور اس کی نقل یہاں پتھر میں بنائی گئی۔ اس طرح ایسی اور نہ کسی اور

اگر ہاول کا خیال غلط ہے تو پھر مغربی فن تعمیر میں ایسی کمان اور اس کے تمام متعلقات مسلمانوں کا عطیہ ٹھہرتے ہیں۔ اس سے زیادہ اہم چیز قدیم عمارتوں کے ستونوں کے استعمال کا ترک کرنا ہے جیسے کہ یہ ستون چھتوں کو اٹھانے کے لیے قرطبہ اور دوسری جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ ان قدیم ستونوں کی جگہ اینٹ کے پایوں نے لے لی ہے۔ یہ پائے ایک مربع بنیاد دے کر ہشت پہل بنائے گئے ہیں اور ہر پائے میں چار مدور یا ہشت پہل سنگ مرمر کے دہرے لگائے گئے ہیں۔ یہ ایک اور چیز ہے جو مغربی فن تعمیر میں داخل ہوگئی ہے سامرہ اور اس کے بعد جامع ابن طولون میں جو عجیب و غریب چکر کھاتا مینار بنایا گیا ہے ویسا مینار پھر آئے کہیں نہیں بنایا گیا۔

قاہرہ کی جامع ابن طولون ۸۷۶ء میں بنی شروع ہوئی بہت سے مصنفوں نے اس مسجد کا حال تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔[۱] لیکن اسلامی فن تعمیر کی تاریخ میں اس کی اہمیت کچھ گھٹ سی گئی ہے جب سے کہ ہمیں اس کی بعض نمایاں ترین خصوصیتیں عراق (مسوپٹمیا) میں اس سے بھی قدیم تر عمارتوں میں مل گئی ہیں۔ یہ ایک وسیع جامع مسجد ہے۔ اس کا نقشہ تقریباً مربع ہے اور اس کا صحن تمام سمتوں سے چھتے دار برآمدوں سے گھرا ہوا ہے، حرم کا ایوان دوسرے ایوانوں کی بہ نسبت زیادہ عمیق ہے۔ مسجد کی اصل دیواروں کے باہر چار دیواری سے گھرا ہوا ایک احاطہ (زیادہ) ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو اس سے پہلے کی مسجدوں میں کہیں نہیں ملتی۔ بیرونی دیواریں بہت دبیز ہیں۔ اور ان کے اوپر تزئینی گھڑ گج لگائے گئے ہیں۔ یہی گھڑ گج، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے گوتھک فن تعمیر کے جالی دار اور چوٹیوں والی منڈیروں کے لیے نمونہ بنے (ہر قسم کے گھڑ گج آشوریہ ہیں آٹھویں صدی قبل مسیح میں اور مصر میں اس سے بھی پہلے مستعمل تھے) گھڑ گج کے نیچے نکیلے دریچوں کے موکھوں کی قطار ہے جن کے اندر پلاستر میں کٹی ہوئی جالیاں بٹھائی گئی ہیں اور پھر ان کے بیچ بیچ یکے بعد دیگرے نکیلی محرابیں ہیں جن کے سرے کیثیر برگی یا نعل دار ہیں،

قسم کی کمان کے ہندوستان میں پیدا ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مدت ہوئی ہاول کا خیال غلط ثابت ہو چکا۔ [۱] دیکھیے میری کتاب (اسلامی فن تعمیر، آکسفورڈ ۱۹۲۴ء) کا تیسرا باب (مترجم)

(Mohammadan Architecture)

چھتے اینٹ کے زبردست پایوں پر مشتمل ہیں اور گوشوں میں دیوار سے لگے ہوئے خشتی دھرے دیئے گئے ہیں ان کے اوپر نکیلی کمانیں ہیں اور سطح جست کے پاس ان کا 'گھڑ نعلی خماؤ' بس یوں ہی محسوس ہوتا ہے۔ اس طرح عمارت کا پورا ڈھانچہ چوبی چھت کی سطح تک خشتی ہے اور اس پر سادہ یا تزئینی سنگستر لگایا گیا ہے بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد ہر لحاظ سے عراقی (مسوپٹمیائی) طرز کی مسجد ہے اور سامرہ اور بغداد کی مسجدوں کے نمونوں پر بنائی گئی ہے جن سے اس مسجد کا بانی ابن طولون اپنے عہد جوانی میں خوب واقف تھا، مذکورہ خصوصیات کے سوا دوسری جدتوں میں لکڑی میں کندہ کیے ہوئے کوفی کتبے بھی ہیں (تزئینی اغراض کے لیے حروف تہجی کا یہ استعمال نہایت درجہ ماہرانہ ہے) ان کے سوا رنگ میں عملاً تمام نمایاں سطحوں پر تزئین کاری ہے جو زیادہ تر سفید سنگستر سے بنائی گئی ہے اور چھت کی چوبی شہتیروں پر بھی یہ کام کیا گیا ہے۔ قبلہ نما محراب کا نقشہ بہت واضح بنایا گیا تھا، جواب بدل دیا گیا ہے اس کے صحن کے وسط میں ایک فوارہ بھی ہے (یہ وہ اصلی عمارت نہیں جس کے اوپر ایک گنبد بھی تھا) نئی چیزوں میں چھت سے لٹکتے ہوئے شاندار جھاڑ فانوس بھی ہیں۔

نویں صدی کے آخر سے لے کر بارہویں صدی کے ختم تک کی باقی ماندہ اسلامی عبادت گاہوں یعنی مسجدوں کی گنتی زیادہ نہیں ہے اس عرصے میں کافی فوجی عمارتیں بنتی رہیں۔ اور یہ بات تو اب تسلیم کر لی گئی ہے کہ صلیبی لڑائیاں لڑنے والوں نے شام اور مصر کے قلعوں سے بہت سی چیزیں حاصل کی تھیں۔ کیونکہ شام اور آرمینیا میں صدیوں پہلے سے سنگی تعمیر بہت اونچے درجے پر پہنچ چکی تھی۔ مثال کے طور پر اہل یورپ نے مشربیات[1] (Machiolation فصیل میں روزن) کا استعمال اسی واسطے سے سیکھا ہے۔

[1] Machiolation بڑے بڑے چھجوں یا توڑوں کی ایسی ترتیب جس میں چھجے یا توڑے نزدیک نزدیک اور منڈیر کی دیوار کے ساتھ بنائے جاتے ہیں۔ چھجے کے ہر جوڑے کے درمیان ایک موکھا (اس کے لیے فرانسیسی زبان میں Machioules کا لفظ آتا ہے) ہوتا ہے اس موکھے میں فرشی دروازہ لگا ہوتا ہے۔ اس سے کھولتا ہوا تیل یا پانی اور دوسری ناخوشگوار چیزیں نیچے دیواروں میں سرنگ لگانے کی کوشش کرنے والے محاصرین کے سروں پر پھینکی جاسکتی ہیں۔ ایسے روزنوں والے چوبی چھجے جو

قاہرہ کے قلعہ پر مسٹر کے۔اے۔سی۔کرسول نے جو مضمون لکھا ہے اس کے ایک ضمیمہ میں انھوں نے مشربیات کا جائزہ لیا ہے[1] انہوں نے بتایا ہے کہ شام میں اس کی جو ابتدائی چھ سات مثالیں گنائی جاتی ہیں وہ حقیقت میں باہر کو نکلے ہوئے اسی طرز کے چھوٹے سے پاخانے ہیں جن کا رواج حالیہ زمانے تک عام تھا جزیرہ جرسی (Jersy) کے شہر جوری (Gorey) میں ایک پائے پر بنا ہوا ایسا ہی ایک پاخانہ اب بھی زیر استعمال ہے۔ باقی تین مثالوں میں سب سے قدیم مثال چھٹی صدی عیسوی کے وسط کی ہے اور یہ مشربیات بلندی سے پتھر وغیرہ پھینکنے کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی کے یہ معنی ہوئے کہ یہ مثالیں اسلام کے آغاز سے پہلے کی ہیں۔ ان مثالوں پر مسٹر کرسول کے مضمون لکھنے کے بعد شام کے علاقے میں رصافہ کے مقام پر قصرالحیر میں ایک اسلامی مثال دریافت ہوئی ہے۔ جو ۷۲۹ء کی ہے ایسی ہی دو مثالیں قاہرہ کے ایک دروازے باب النصر (۱۰۸۷ء) کے اوپر بنی ہوئی ہیں اس دروازے کو آرمینی سنگ راجوں نے بنایا تھا۔ یہ صاف طور پر مشربیات ہیں اور انہیں دروازے کی حفاظت کے لیے بنایا گیا تھا۔ یہ مثالیں یورپ کی ایسی اولین مثالوں سے کوئی ایک سو سال پہلے کی ہیں جو چیاتو گلارو[2] (۱۱۸۴)، شالون[3] (۱۱۸۶ء)، ناروچ[4] (۱۱۸۷ء) اور ونچسٹر[5] (۱۱۹۳ء) دکھائی دیتی ہیں۔ اس طرح یہ بات واضح ہے کہ صلیبی محاربوں نے مسلمانوں سے اس کا خیال لیا ہے نہ کہ مسلمانوں نے صلیبی محاربوں سے۔ فرانس اور انگلستان کے چودھویں صدی کے قلعوں میں یہی مشربیات توڑوں کی قطاروں میں بنائے گئے اور اسی طریقے کو ان ملکوں میں بہت ترقی دی گئی۔

Howrds (Hoardding) یا Breteches (Brattice) کہلاتے ہیں اسی مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

1. Mr. K.A.C. Creswell, In Bulletin De,Wnstiteit Francain D Archeologie,Orientale. Vol.23 (cairo 1924)
2. Chateau Gaillard
3. Chatillon
4. Norwich
5. Winchestor

فوجی تعمیر کاری کی ایک اور چیز جو مصر اور شام سے اہل یورپ نے لی ہے وہ قلعہ کی فصیل میں زاویہ قائمہ والا، یا بل کھایا ہوا دروازہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے دشمن کو جسے قلعہ کے دروازے تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو گئی ہو قلعہ کے اندر کا حال دیکھنے یا گولہ باری کرنے سے روکا جا سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے دروازے سے رومی یا بازنطینی فن حرب بے بہرہ تھا۔ رومی اور بازنطینی فن حرب میں تو یکے بعد دیگرے مدافعتی دروازے ایک ہی محور پر بنائے جاتے تھے اور ان کا درمیانی فصل 'پروپگ ناکولم' (-Propugnacu lum) کہلاتا تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ایسے بل کھائے ہوئے دروازے بغداد کے مدور شہر (آٹھویں صدی) میں استعمال کیے گئے تھے۔ قاہرہ میں سلطان صلاح الدین کے بنائے ہوئے قلعہ (تعمیر کی ابتداء ۱۱۷۶ء) میں یہ پھر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی سب سے بہترین مثال حلب کے قلعہ میں دکھائی دیتی ہے۔ ایسے دروازے شاذونادر ہی انگلستان میں دکھائی دیتے ہیں، اگرچہ اس کی ایک عمدہ مثال بیومارس (Beaumaris) میں دکھائی دیتی ہے فرانس میں یہ زیادہ مقبول رہے اور سرکاسونے (Carcassonne) میں یہ بہت نظر آتے ہیں لیکن ان دونوں ملکوں میں مستحکم قلعوں کی فصیلوں کے لیے محرف دروازے زیادہ پسند کیے جاتے تھے۔ پیری فانڈس (Pierrefonds) اور کانوے (Conway) کے قلعے اسی کی مثالیں ہیں۔

ہندوستان میں پرانی دہلی کی عمارتوں سے پہلے کی کوئی اہم اسلامی عمارت موجود نہیں۔ پرانی دہلی کی عمارتیں تیرہویں صدی کے ابتدائی سالوں کی ہیں۔ ایشیائی ترکی میں بھی کوئی قابل ذکر چیز نہیں، یہاں بھی اسی زمانے کے لگ بھگ قونیہ کے مقام پر سلجوقی بادشاہوں کی بنائی ہوئی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اسپین اور شمالی افریقہ میں فوجی تعمیر کاری سے قطع نظر اہم آثار میں قرطبہ کی جامع مسجد میں بعد کے زمانے کا کام ہے یہاں دسویں صدی کے نصف دوم میں کافی توسیعی کام ہوا ہے۔ ایسے ہی اشبیلیہ (۱۱۷۲ء۔ ۱۱۹۵ء) اور رباط (۱۱۷۸ء۔ ۱۱۸۴ء) کے نفیس مینار ہیں۔[1]

[1] اشبیلیہ کا مینار اب جیرالڈ ٹاور (Giralda Tower) کہلاتا ہے۔

یہ دونوں مینار نعل دار چھتوں سے مزین ہیں جو بعد کے کھڑکیوں کے اوپر کے آرائشی گوتھک کام سے مشابہ اور اس طرز کے پیش رو ہیں۔ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یہ کام بہت دلچسپ ہے۔ اس میں گنبد سازی کا کمال بھی شامل ہے لیکن خود اسپین سے باہر اس کام نے تعمیر کاری کے ارتقا پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا۔ صقلیہ میں پلاٹینا کا کلیسا (Coppella Pilatina) ۱۱۳۲ء میں بنا، مارتورانا کا گرجا (Martorana) ۱۱۳۶ء میں بنا، لازیزا کا قصر ۱۱۵۴ء میں، اور لاکوبا کا قصر (Lacuba) ۱۱۸۰ء میں بنا۔ یہ تمام مسلمہ سنین ہیں اور یہ سب کے سب اس جزیرے پر مسلم اقتدار کی حد کے باہر پڑتے ہیں۔ اس جزیرے کے صدر مقام بلرم (Pabrmo) سے مسلم اقتدار ۱۰۶۰ء میں اور بحیثیت مجموعی پورے جزیرے صقلیہ سے ۱۰۹۰ء میں اٹھ گیا۔ لیکن اگر یہ عمارتیں نارمنوں کی بھی بنائی ہوئی ہیں تب بھی ان میں خالص اسلامی خصوصیات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ ایسی ہی اسلامی خصوصیات خود اطالیہ میں یعنی امالفی (Amalfi) اور سیالرنو (Salerno) کے شہروں میں بھی دکھائی دیتی ہیں ایران میں اس عہد کی اہم عمارتوں میں اصفہان کی مسجد، مسجد جمعہ، اور موصل کی جامع مسجد (۱۱۳۵ء۔۱۱۵۱ء) ہے یہ دونوں مسجدیں بڑی جامع مسجدیں ہیں۔ اول الذکر مسجد میں کافی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ایرانی مسجدیں اینٹ سے بنتی تھیں۔ اس لیے انہیں سنگستر کی منبت کاری اور روغنی ٹائیلوں سے سجایا جاتا تھا۔ روغنی ٹائیلیں لگانے کا شوق تو اتنا بڑھا کہ آگے چل کر شام اور مصر جیسے ملکوں میں اب تک جہاں پتھر استعمال ہوتا تھا، ان ٹائیلوں کو استعمال کیا جانے لگا۔ ایرانی مسجدوں میں مینار عام طور پر جوڑی میں بنائے جاتے تھے۔ یہ مینار استوانی شکل کے ہوتے تھے اور اوپر کو قدرے گاؤدم ہوتے جاتے تھے اور رنگین روغنی ٹائیلوں سے پٹے ہوتے تھے۔ (جاری ہے)

دنیا میں ہمیشہ غلط کار لوگوں کا یہ خاصہ رہا ہے کہ غلط کاروں کی پوری تاریخ ان کے سامنے ہوتی ہے مگر وہ اس سے سبق نہیں لیتے، حتی کہ اپنے پیش رو غلط کاروں کا جو انجام خود ان کے اپنے ہاتھوں سے ہو چکا ہوتا ہے اس سے بھی انہیں عبرت حاصل نہیں ہوتی، وہ سمجھتے ہیں کہ خدا کا قانون مکافات دوسروں ہی کے لیے تھا، ان کے لیے اس قانون میں ترمیم کر دی گئی ہے۔

سید مودودی